عدالت کا محاسبہ

مسلمانوں کی عدالتیں اپنے فرائض منصبی کی تکمیل میں ہمیشہ بڑی ذمہ دار رہی ہیں۔ کیونکہ فیصلہ کرنے والے پر ہمیشہ اللہ کا خوف طاری رہتا تھا۔ جس عدالت کے قاضی کے دل میں اللہ کا خوف ہو وہ نہ تو رشوت لیتا ہے نہ جانبداری کا مظاہرہ کرتا ہے اور نہ ہی کسی کے دباؤ میں آتا ہے۔ اس قسم کی مثالوں سے مسلمانوں کی تاریخ بھری پڑی ہے۔

جس زمانے ظہیر الدین بابر نے ہندوستان میں مغلیہ سلطنت کی بنیاد رکھی سندھ پر شاہ حسن رغون حکومت کرتا تھا۔ یہ ۹۲۸ء کا واقعہ ہے۔ ۳۴ سال تک وہ سندھ پر حکومت کرتا رہا۔ وہ اللہ کا خوف رکھنے والا حکمران تھا۔ خصوصی طور پر عدل و انصاف کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے بہت ڈرنے والا تھا۔ وہ انتظامیہ ہی کا نہیں عدلیہ کا بھی احتساب کرتا رہتا تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ عدلیہ کا احتساب کرنے کے لئے شاہ حسن نے ایک سوداگر سے فوجی گھوڑے خریدے اور اپنی سلطنت کے ایک خاص علاقے میں جا کر بیٹھ گیا۔ سوداگر نے گھوڑوں کے دام مانگے تو معلوم ہوا کہ معاملہ گڑبڑ ہے اور شاہ کی نیت خراب ہے اور وہ سوداگر کو رقم دینے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ رقم بہت بڑی تھی اس وجہ سے سوداگر نہایت پریشان تھا۔ چاروناچار اس نے عدالت میں دعویٰ دائر کر دیا۔ لوگوں نے بہت ڈرایا کہ حکومت کے خلاف دعویٰ دائر کرنے کے نتائج اچھے نہیں ہوں گے اور وہ بھی شاہ کے خلاف، لیکن سوداگر کے پاس اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ تھا۔

آج کل تو صدر مملکت کیا وزیر اعظم اور عام وزراء حکومت کا کروڑوں کا ٹیکس اور قرض ہڑپ کر جاتے ہیں اور کوئی انہیں پوچھنے والا نہیں ہوتا بلکہ الٹا اعتراض کرنے والوں کو جیل کی کال کوٹھڑی میں ٹھونس دیا جاتا ہے۔ لیکن اس زمانہ میں جبکہ عدلیہ اللہ کے خوف کے تحت کام کرتی تھی، وزراء تو ایک طرف خود صدر مملکت بھی سلطنت کے کسی فرد کی ایک پائی نہیں کھا سکتا تھا۔ عدالت اس سے فوراً اگلوا لیتی تھی۔

عدالت نے شاہ حسن ارغون کو فوراً سمن جاری کر دیئے۔ اور اسے عدالت میں طلب کر لیا۔ وقت مقررہ پر بادشاہ عدالت میں پہنچا۔ دوسری طرف سے سوداگر بھی حاضر ہوا۔ سوداگر کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب اس نے دیکھا کہ بادشاہ ملزموں کی طرح کٹہرے میں کھڑا ہے۔ بادشاہ کی کسمپرسی کی حالت دیکھ کر سوداگر کو کچھ اطمینان ہو گیا کہ عدالت کسی دباؤ میں نہیں آئے گی۔ آخر مقدمہ کا فیصلہ ہوا اور بادشاہ نے سوداگر کو پوری رقم فوری طور پر ادا کرنے کا وعدہ کیا۔

مقدمہ ختم ہوا تو قاضی نے اپنی جگہ سے اٹھ کر بادشاہ کی تعظیم کی۔ اس سے قبل قاضی صاحب بالکل ایسے بیٹھے ہوئے تھے جیسے وہ بادشاہ کو جانتے ہی نہیں۔ خود بادشاہ نے بھی اپنے جلال شاہی کا قاضی صاحب کے سامنے اظہار نہ کیا۔ عدالت برخاست ہوئی تو بادشاہ قاضی صاحب کے پاس گدی پر آبیٹھا اور اپنی عبا سے ایک

خنجر نکال کر قاضی صاحب کو دکھلایا اور بولا میں نے آپ کے امتحان کے لئے یہ صورت اختیار کی تھی۔ اگر تم انصاف نہ کرتے تو میں اس خنجر سے اسی جگہ تمہیں ختم کر دیتا۔

بادشاہ کے یہ الفاظ سن کر قاضی صاحب جس گدی پر بیٹھے ہوئے تھے، اس سے نیچے اترے اور اس کا ایک کونہ اوپر اٹھا کر اس کے نیچے سے ایک دودھاری تلوار نکالی۔ تلوار ایسی تیز تھی کہ بال اڑتا ہوا آکر گرے تو دو ٹکڑے ہو جائے۔ پھر قاضی صاحب نے بادشاہ سے کہا، حضور نے یہ تلوار ملاحظہ فرمائی۔ میں تو آج گھر سے یہ طے کر کے آیا تھا کہ اگر آپ احکام شریعت سے ذرا بھی پھر گئے تو اس تلوار سے آپ کا سر قلم کر دوں گا۔ ممکن ہے کہ عملہ کے لوگ آپ کے شاہی رعب سے متاثر ہو جاتے، لہذا میں نے سوچ لیا تھا کہ میں بذات خود آپ سے حدود اللہ کی تعمیل کراؤں گا۔

قاضی کے یہ الفاظ سن کر بادشاہ نے اسے سینے سے لگا لیا اور قاضی کی بے باکی، اخلاص، دیانت اور حدود اللہ کے تحفظ کے جذبہ پر اللہ کا شکر ادا کیا۔ آج کل کے جمہوری حکمران اس جج ہی کے خلاف ہو جاتے ہیں جو حکومت کے خلاف فیصلہ کرے خواہ حکومت کتنا ہی ناجائز کام کیوں نہ کرے۔ کتنا فرق ہے اس زمانہ کے بادشاہوں اور آجکل کے جمہوری حکمرانوں کے درمیان!

ابواسحق شیرازی اور نظام الملک

نظام الملک اپنی علم ... کی وجہ سے مشہور تھا۔ وہ اپنے زمانے کا اہم ترین آدمی تھا۔ نام تو اس کا حسن تھا اور کنیت ابوعلی۔ اس کا سب سے بڑا کارنامہ جامعہ بغداد اور جامعہ نیشاپور ہے۔ سیاست نامہ جیسی نادرہ روزگار کتاب اسی نابغہ روزگار کی لکھی ہوئی تھی۔ انہی خوبیوں کی وجہ سے لوگ انہیں خواجہ بزرگ، تاج الحضرتین، قوام الدین اور جانے کیا کیا القابات سے نوازتے تھے۔

ایک دفعہ سلطنت سلجوقیہ کے ایک وزیر کو نظام الملک نے حکم دیا کہ ایک محضر نامہ تیار کراؤ اور اس پر عوام، علماء اور امراء کے دستخط کراؤ اور اپنے دستخطوں سے اس بات کی تصدیق کریں کہ میں نے اپنے طویل دور وزارت میں کوئی ظلم اور زیادتی نہیں کی تاکہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ دستاویز میرے کام آسکے۔

اس زمانہ میں وزیر سلطنت کے بوجھ کو اٹھانے والے ہوتے تھے کیونکہ وزیر کا لفظ وزر سے مشتق ہے اور اس کا معنیٰ ہے بوجھ اٹھانے والا۔ وہ سلطنت کے قابل ترین لوگ ہوتے تھے۔ جس وزیر نے یہ دستاویز تیار کرنے کا حکم دیا تھا اس کا شمار نوشیروان عادل کے وزیر بزرجمہر کی صف میں ہوتا ہے۔ نہایت جہاں دیدہ، تجربہ کار، دانشور و دانشمند، علم و فضل کا شیدائی اور علم کی ترویج کے لئے دن رات کوشش کرنے والا۔ اسی وجہ سے اس زمانہ میں وزیر کے ساتھ "باتدبیر" کا لفظ استعمال ہوتا تھا۔ لیکن آج کل کے وزیر "بے تدبیر" ہوتے ہیں اور حکومت کا بوجھ اٹھانے کے بجائے خود حکومت پر بوجھ بنے رہتے ہیں۔ مالی بوجھ، اخلاقی بوجھ، سیاسی بوجھ، ضمیر فروشی کا بوجھ اور اس طرح کے کئی اور بوجھ۔ تاریخ کے صفحات اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ ایسے ہلکے، بے ضمیر، عدل و انصاف کے دشمن،